

اذانِ رسولِ ﷺ



تفہیم

حضور اکرم ﷺ کی اذان و اقامت کی تفہیم

مفتی محمد فیصل احمد اویسی رضوی



بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رحمة للعالمين ﷺ

اذان رسول

تسبیح اذان

شمس المصلین، فقیہ الوقت، فیض مآب، مفسر اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ الرحمۃ القوی

() ()

() ()

() ()

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده الصلوة والسلام على من لا نبى بعده

اما بعد! چونکہ بعض لوگ اذان پڑھنے کو شان سمجھتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان نہیں کہی ہو گی ان کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ اذان پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اسی لئے اس مرتبہ کی بھی ہمارے نبی پاک ﷺ کو کمی نہیں ہے۔ ہاں فرصت نہ ملی تو بارہا نہ پڑھی لیکن کبھی پڑھی ضرور ہے۔ اس رسالہ میں اسی مسئلہ کی تحقیق ہے۔

وماتوفیقی الا بالله العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! حضور نبی پاک ﷺ نے خود اذان دی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعض قائل ہیں بعض منکر۔

دلائل قائلین

(۱) حضور سرور عالم ﷺ ایک سفر میں تھے تو بارش ہو گئی کھلی فضا تھی نیچے پانی ہی پانی تو فسادِ رسول اللہ ﷺ سواری پر رسول اللہ ﷺ اذان اور اقامت پڑھ کر آگے بڑھے اور نماز اشارہ سے پڑھائی بخود میں یہ نسبت رکوع زیادہ جھک جاتے تھے۔ (رواہ الترمذی حدیث غریب)

ازالہ وہم

کبلی نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے سفر

میں اذان دی (الحديث) یہ ان کی یا ان کے کسی شاگرد کی غلطی ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہاں ان کی یہ روایت یعلیٰ بن مرہ سے ہے۔ (مواہب لدنیہ)

بہر حال امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب وغیرہ میں اس قسم کی روایات سے رسول اللہ ﷺ کے خود بنفس نفیس اذان دینے پر زور دیا اور اسے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی لیکن دارقطنی نے اسی سند و متن سے روایت نقل فرمائی اور اس میں تصریح فرمائی کہ اسی موقعہ پر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا ان کی سند میں ترمذی کی طرح اذان رسول ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں۔

قاعدہ

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مواہب میں فرمایا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ امام سیبکی کے کلام سے کیسے بے خبر رہے حالانکہ وہ امام سیبکی سے بعد کو ہوئے ہیں۔

انمة الحديث کی نوک جھونک

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں امام سیبکی کا جواب امام زرقانی کو دیا ہے المفصل علی المجمل کا قاعدہ وہاں چلتا ہے جہاں واقعہ ایک ہو جہاں متعدد واقعات ہوں وہاں یہ قاعدہ پورا نہیں ہوتا بلکہ وہاں واجب ہوتا ہے ہر مضمون اپنی حقیقت پر محمول کیا جائے جیسا کہ محدثین اور اہل اصول کا قاعدہ ہے۔

قاعدہ

حفاظ الحديث رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک ہم حدیث کو ساتھ وجوہ سے نقل نہ کریں اس وقت تک اس حدیث کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

انتباہ

محدثین کرام باوجود حدیث دانی کے کتنا احتیاط فرماتے اور آج حدیث فہمی سے کوسوں دور ہو کر کتنی جرأت ہے کہ معمولی اُردو کے زور سے حدیث دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

فرقیست از کجاست کجا

بہرحال اختلاف رواد اور الفاظ کے مثلاً قصہ معراج کے باوجود یکہ وہ ایک واقعہ ہے لیکن اس کے چالیس صحابی راوی ہیں جن کی سندات اور متون مختلف ہیں باوجود انہی میں جمہور کا فیصلہ ہے کہ وہ ایک واقعہ ہے ایسے ہی یہاں سمجھئے کیونکہ

ترمذی و دارقطنی سند متسن میں متوافق ہیں اسی لئے اسے متحدہ واقعات پر محمول کیا جاسکتا۔ (اسی لئے نتیجہ یہ نکلا کہ واقعہ ایک ہی ہے تو بھی حضور ﷺ کا اذان بنفس نفیس کا ثبوت نہیں مل سکتا کیونکہ جہاں اذان رسول اللہ ﷺ کا لفظ ہے تو وہاں مجاز ہے بمعنی امر اذان)

تائید مزید

قائلین کی طرف سے مزید تائید حافظ ابن حجر کے قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے خزائن الاسرار شرح تہذیب الا بصار للحصکفی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے لکھا کہ اکثر سوال ہوا کرتا ہے اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

الہ اذن فی السفر

ترجمہ: بیشک رسول اکرم ﷺ نے سفر میں اذان دی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اسی پر امام نووی نے جزم فرمایا ہے اور اسے قوی بتایا۔

تردید از منکرین

اس روایت کو اسی سند سے مسند احمد میں بیان کیا ہے

فامر بلالافان

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان پڑھی۔

اسی سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اذان رسول اللہ ﷺ پورا اصل امر رسول اللہ ﷺ تھا اور عرب میں مجاز عام چلتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "اعطی الخلیفہ فلانا الف" خلیفہ نے فلان کو ہزار (روپیہ) دیا۔ حالانکہ ہزار روپیہ دینے والا کوئی غیر ہوتا ہے لیکن نام خلیفہ کا لیا گیا (ایسے ہی اذان تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی دی لیکن مجاز رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی لیا گیا) اس لئے کہ اس نے اس کا امر کیا تو بھی امر کا فعل اس کی طرف منسوب کیا گیا۔

انصاف

شمس بن واہب حجر رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے اثباتی امور میں جزم نہیں کر سکے لیکن حدیث ترمذی کے معنی بیان کرنے میں کامیاب ضرور ہوئے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قائلین میں سے ہیں اور وہ حضور ﷺ کے خود بنفس نفیس کے اذان دینے پر جزم کرتے ہیں اور جامع ترمذی کی شرح میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

عبادت بجا نہیں لائے بلکہ دوسروں کو حکم فرمایا تو اس سے غفلت ہوئی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے توضیح شرح بخاری میں امام نووی و حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کا آپس کا اختلاف اور ان کے دلائل لکھ کر فرمایا کہ مجھے ایک مرسل حدیث ملی ہے جو سید بن منصور کی مسند میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

اذن رسول اللہ ﷺ مرة فقال حي على الفلاح

ترجمہ: ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اذان دی اور اس میں کہا "حي على الفلاح"۔
یہ وہ روایت ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تردید

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ یہ اذان نماز کے لئے تھی ہو سکتا ہے کہ یہ بچے کے کان میں اذان دی ہو جیسا کہ ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں ہے اور اس کی تصحیح بھی فرمائی اور امام احمد نے ابورافع سے روایت کی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان دی جب وہ پیدا ہوئے۔

فائدہ

امام احمد کی روایت میں حسین مصغراً ہے اس تقریر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت از مسند سعید بن منصور کو اسی اذان میں پر محمول کیا جائے تو بعید از قیاس نہیں بلکہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی اذان تھی ہو کیونکہ اس میں بھی **حي على الفلاح** کا لفظ ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ نماز کی اذان ہوتی تو راوی کو لفظ **حي على الفلاح** کی تصریح کی کوئی ضرورت نہ ہوتی اس لئے اذان **صلوة جمعین (حي على الصلوة وحي على الفلاح)** کے بغیر نہیں ہوتی۔ لیکن اذان میں اس کے نہ ہونے کا احتمال تھا تو راوی نے اس کی تصریح کر دی کہ اذان میں بھی حضور ﷺ نے **حي على الفلاح** کہا تھا ظاہر ہے کہ اذان میں بھی حضور ﷺ نے **حي على الفلاح** کہا تھا ظاہراً اذان میں نماز کے لئے تو نہیں بلایا جاتا اسی لئے راوی نے اس کی تصریح کر دی امام تقریر پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف حدیث مذکور سے مؤید نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ

یہ کہ قائلین کے ہاں کوئی ایسی پختہ اور مضبوط دلیل نہیں جس سے وثوق سے کہا جاسکے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اذان کہی ہو اسی لئے اس بارے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ دو روایات بھی اس بارے میں مصرح نہیں۔ امام

ترمذی کی روایت کا حال تم پڑھ چکے جسے قائلین اس میں نص صریح سمجھتے تھے تو وہ بھی نص صریح نہ ہو سکے بلکہ اس کے خلاف تصریحات مل گئے اور سعید بن منصور بھی نص صریح نہیں بلکہ وہ بھی محتمل ہے اس کے توقف میں ہے ممکن ہے بعد کو اس بارے میں کوئی تصریح مل جائے۔ (واللہ اعلم)

منکرین کے دلائل

منکرین فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ اذان سنتے ہی خوشی و فرحت محسوس ہوتی ہے اور نیک اذان اس سے مسرور و مفروح ہوتے ہیں اور اس کے فضائل اور اجر و ثواب کی روایات بھی بکثرت ہیں مجملہ ان کے

(۱) ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ثواب کی خاطر سات سال اذان پڑھی اس کے لئے جہنم کی آگ سے ہزاری لکھ دی جاتی ہے۔ (۲) مسلم شریف میں ہے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں مؤذنین کی گردنیں (خروخشی سے) اوچی ہوگی۔ (۳) ابن ماجہ و دارقطنی میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بارہ سال اذان پڑھی اس کے لئے بہشت واجب ہوگی اور اس کے لئے ہر یوم میں اذان کے بدلہ میں ساٹھ اور اقامت کے بدلے میں تیس نیکیاں ہوگی۔

فائدہ

حاکم نے فرمایا کہ یہ علی شرط البخاری ہے اور صحیح ہے (اس کی مبداء معجم منذری نے ترقیب و ترتیب میں تصدیق کی) باوجود انہیں رسول اللہ ﷺ کا اذان نہ کہنے کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) اذان میں **حی علی الفلاح** (فلاح کی طرف آؤ) اور **حی علی الصلوٰۃ** (نماز کی طرف آؤ) کے الفاظ ہیں اگر حضور ﷺ اذان کہتے تو ہر سامع پر تعمیل واجب ہو جاتی (عدم تعمیل پر گناہ ہوتا اس سے رست کو خارج ہوتا اور یہ آپ کو گوارا نہ تھا)

ترویید وجہ هذا

یہ وجہ مخدوش ہے اس لئے کہ نماز کی اذان صرف وقت نماز کی اطلاع کے لئے ہے اس سے اذان کہنے والا خصوصی طور کسی کو نماز کے بلانے کا قصد نہیں کرتا (یہ ترویید صحیح نہیں اس لئے اور ان کے لئے تو اسے صرف اطلاع للصلوٰۃ پر محمول کیا جاسکتا ہے) لیکن نبی اکرم ﷺ کا ہر حکم وجوب پر دال ہوتا ہے اس لئے آپ کا کسی فعل پر موانعت نہ کرنا (مثلاً تراویح) اسی خطرہ سے ہوتا تھا (اسی لئے ہجاول وجہ ہے)

(۲) حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الترغیب میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لئے اذان نہیں دی کہ اس

سے خود ستائی کا پہلو نکلتا ہے کہ لوگوں کو سنائیں کہ میں رسول اللہ ہوں اور یہ غیر مستحسن ہے۔

تردید

یہ وجہ غیر وجہ ہے اس لئے کہ خود ستائی تو تب ہوتی ہے جب افتخار (فخر) مطلوب ہو اور حضور اکرم ﷺ سے فخر (فح) تو بہ تو بہ۔ ہاں آپ اپنے لئے اگر کوئی فخر یہ کلمہ بیان فرماتے تو وہ بطور تحدیثِ نعمت کے ہوتا اور آپ کو حکمِ ربانی تھا کہ

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ: اپنے رب تعالیٰ کی نعمت کا خوب جہ چاکرو۔ (پارہ ۳، سورۃ الضحیٰ آیت ۱۱)

اور بار بار اس سے بڑھ کر اپنے لئے آپ ﷺ نے ثنائیہ کلمات بیان فرمائے (جب کہ باہر حدیث سے نقل نہیں۔)

(۳) حضور ﷺ نے اس لئے اذان نہیں کہی کہ آپ جب کہتے **اشہد ان محمد رسول اللہ** تو سننے والا سمجھتا کہ وہ لحد کوئی اور ہے اور اذان کہنے والا اور اس احتمال سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے اذان نہ کہی۔

تردید

یہ وجہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی رسالت کی گواہی اپنے اسم گرامی کے لفظ سے دی (مثلاً فرمایا **اشہد ان محمد عبدہ رسولہ** میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے مہد مقدس اور اس کے رسول ہیں۔) چنانچہ دارقطنی نے فیلیاتیات نے روایت کی کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ مجھے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے التحیات کی تشہیروں سکھائی

التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده رسولہ۔

مسئلہ

امام نووی نے فرمایا کہ اسی سے ثابت ہوا کہ ہماری تشہد وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

فائدہ

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی تردید کا اشارہ ملتا ہے جس میں ہے کہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشہد میں کہتے **اشہد انی رسول اللہ** (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں)

الله أكبر الله أكبر ط الله أكبر ط الله أكبر ط

اشھدان محمد رسول اللہ ط اشھدان محمد رسول اللہ ط (پھر بائیں طرف منکر کے کہے) حی علی الصلوۃ
 حی علی الصلوۃ ط کہے پھر بائیں طرف منکر کے کہے حی علی الفلاح ط حی علی الفلاح کہے اللہ اکبر ط
 اللہ اکبر ط کہے پھر لا الہ الا اللہ ط کہہ کر دعا مانگے۔

فائدہ

احناف کے نزدیک اقامت مقتدی امام کو بیٹھ کر سنتی چاہیے جب حی علی الصلوۃ کہے تو اٹھ کھڑے ہوں
 اس کے متعلق رسالہ ”الفلاح فی القیام عند حی علی الفلاح“ پڑھئے۔

اگر فجر کی اذان ہو تو اس کے بعد الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم (دوبار) اقامت میں حی
 علی الفلاح ط کے بعد قد قامت الصلوۃ ط قد قامت الصلوۃ ط (لا الہ الا اللہ)

فائدہ

اذان کے بعد آہستہ مؤذنین و سامعین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ

اذان کے الفاظ کو گا کر ادا کرنا درست نہیں لیکن نہ اس طرح کہ کچھ پست اور کچھ بلند آواز سے ہو۔

مسئلہ

اذان کھڑے ہو کر کہنی چاہیے اذان بیٹھ کر کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

ہر ایک کلمہ کے کہنے کے بعد اس طرح سکوت کیا جائے کہ سننے والا اس کے جواب میں وہی کلمات دہرا سکے۔

اعجوبہ

اذان کا جواب نہ صرف زندہ لوگ دیتے ہیں مسلمان اہل قبور بھی اذان سن کر جواب دیتے ہیں چنانچہ حضرت یحییٰ
 بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک گورکن نے کہا کہ ان قبروں میں سے جو کچھ میں نے سنا اس میں سے
 زیادہ تر عجیب یہ بات ہے کہ میں نے ایک قبر سے مریض جیسی رونے کی آواز سنی اور ایک قبر سے سنا کہ مؤذن اذان دیتا
 ہے اور میت قبر سے اس کا جواب دیتا ہے۔ (اخرجہ الملائکا فی التعلی فی القرائن فی احوال برزخ، صفحہ ۳۹۵)

انتباہ

اس سے اہل قبور کا سننا جانتا ثابت ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے فقیر کا رسالہ ”مردے سنتے جانتے ہیں“

اقامت کے جواب ”اقامہا اللہ وادامہا“ کہے بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھئے:

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة انت محمد ان الوسيلة والفصيصة والدرجة الرفيعة
وابعثه مقاماً محموداً ان الذي وعدته واررقنا شفاعته يوم القيمة ط انك لا تخلف الميعاد ط
برحمتك يا ارحم الراحمين ط

فائدہ

اہل سنت کی مسجد میں لاؤ اذانیں پھر پڑھنا سے پہلے یا بعد میں یا پھر جماعت کھڑی ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے پڑھا جاتا ہے "الصلوة والسلام عليك يا رسول الله" اسے حسب عادت دیکھتے ہیں، وہابی اور ان کے تمام مؤیدین فرقے بدعت اور حرام کہتے ہیں، پڑھا جائے جائز ہے۔ اس کے دلائل فقیر کے رسالے "التحقيق الحبيب" اور "رجم الشيطان في الصلوة والسلام عند اذان، اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام کا ثبوت، اذان و صلوٰۃ وسلام۔ لیکن یہ بیماری عام ہے جسے دور کرنے کے بجائے اور زیادہ بڑھایا جا رہا ہے یعنی مسجد کے اندر اذان کہنا اہل سنت پر عموماً اور جمعہ کی اذان ثانی خصوصاً حالانکہ تمام فرقے متفق ہیں کہ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

چلنے کی حالت میں اذان سننے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوا جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے کیونکہ بعض حالتوں میں اذان کا جواب دینا درست نہیں۔ وہ صورتیں بہار شریعت میں تشریح کے ساتھ لکھی گئی ہیں اذان اور اقامت میں صرف اس قدر فرق ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے۔ مگر اقامت مسجد میں کہی جاتی ہے کہ اقامت پست آواز سے اقامت میں "الصلوة حیر من النوم" کے بجائے قدامت الصلوٰۃ ہے۔ اقامت میں کانوں کے سوراخوں کو بند کرنا بھی نہیں اس لئے کہ کانوں کے سوراخ آواز بلند کے لئے بند کئے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ افسوس کہ اہل سنت کو محفوظ کرنے کی نیت سے ہر جگہ مسجد کے اندر اذانیں دیا جاتی ہیں اس کا گناہ علماء کرام پر یا مسجد کے متولیوں اور صاحب ثروت پر ہے اگر اہل سنت پر محفوظ رکھنا ہے تو اس کے لئے علیحدہ کمرہ بنانا چاہیے۔ جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر دینی چاہیے اس کا بھی مسجد کے اندر دینے کا رواج ہے اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ "نفع العسر علی الاذان عند العسر" میں ہے۔ (۱۰۱ صفحہ)

مسئلہ

اقامت میں حسی عسلی الصلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ کا پھیرنا بھی اذان کی طرح درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ

اذان اور اقامت کو قبلہ رو ہو کر کہنا چاہیے ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ذہبی)

مسئلہ

مساجد میں امام اور مؤذن کے تقرر کا اختیار بانی مسجد کو ہے اگر وہ نہ ہو تو اس کے اقارب کو اختیار حاصل ہے اگر بانی مسجد یا اس کے اقارب میں امام اور مؤذن کے تقرر و انتخاب کی اہلیت نہ ہو تو اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ جس شخص کو بہتر سمجھیں امام اور مؤذن مقرر کریں۔ (ذریعہ ترقی)

مسئلہ

وقت کی پابندی کا لحاظ ضروری ہے اور ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

اگر اذان کہتے وقت مؤذن بے ہوش ہو جائے اس کی آواز کام نہ دے یا اذان کے کلمات بھول جائے تو ان سب صورتوں میں اذان کا اعادہ کیا جائے یعنی دوبارہ اذان کہی جائے۔

مسئلہ

بھٹون اور فاتر اعتقل اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔

مسئلہ

احسن طریقہ یہ ہے کہ کسی بلند جگہ پر چڑھ کر اذان کہی جائے تاکہ اہل محلہ کو خوب سنا دیے۔

مسئلہ

اذان ہمیشہ مسجد سے باہر کہنی چاہیے۔ مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

جمعہ کی نماز کے موقعہ پر خطبے کے وقت جو اذان کہی جائے وہ اس حکم سے علیحدہ ہے وہ یوں کہ مسجد کی ایسی جگہ میں جہاں عرفا سجدہ نہیں کیا جاتا ہو۔

مسئلہ

اذان ثانی میں اس بات کا لحاظ ضرور ہے کہ خطیب کے سامنے ہو یہ ضروری نہیں ہے کہ اذان منبر کے پاس ہی ہو۔ ہندو پاک میں جو عام طور پر دستور ہے کہ ہر اذان مسجد کے اندر کہی جاتی ہے اور خصوصاً جمعہ کی اذان ثانی تو منبر کے پاس ضروری سمجھی جاتی ہے یہ نہایت غلط طریقہ ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ملتی۔ فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اذان مسجد سے خارج حصہ میں کہی جائے اور ہر اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے لیکن یاد رکھو اگر اس طریقہ کی اصلاح میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو مسجد میں فتنہ و فساد برپا نہ کیا جائے بلکہ نہایت ہی اخلاق و محبت سے وہاں کے سنجیدہ اشخاص کو نوبی کے

ساتھ سمجھا دیا جائے۔

اور اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے چاہیے۔ جلدی جلدی اذان کہنا درست نہیں ہے ہر کلمہ کے بعد کسی قدر وقفہ ضروری ہے۔ توقف اور سکوت کی مقدار یہ ہے کہ جواب دینے والا پاسانی جواب دے سکے مثلاً مؤذن نے **اللہ اکبر** **اللہ اکبر** کہا تو اب اس قدر وقفہ ضروری ہے کہ سننے والا بھی **اللہ اکبر** **اللہ اکبر** کہہ سکے وقفہ کا ترک مکروہ ہے اور ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور اذان کہتے وقت خیالات کو منتشر نہ ہونے دے بلکہ یکسو ہو کر کہے۔

حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت اپنا منہ دہنی طرف کر لو اور **حی علی الفلاح** کہتے وقت بائیں طرف کر دو اور قدم ایک ہی جگہ قائم رکھو اور اذان کہتے وقت کان کے سوراخوں میں انگلیاں رکھنا مستحب ہے اور اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے جائیں تو بھی حرج نہیں۔ اس طریقہ سے آواز میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔

اقامت کے مسائل

اقامت بھی ایک طرح کی اذان ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے۔ اقامت میں **حی علی الفلاح** کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو بار کہنا ضروری ہے اور اقامت کے وقت بھی آواز کی قدر بلند ہونی چاہیے تاکہ سب حاضرین بخوبی سن لیں اور اقامت کے الفاظ جلد جلد کہے جائیں تو کچھ حرج نہیں اس میں سکتہ کی ضرورت نہیں اور نہ کانوں پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت ہے اور جس شخص نے اذان کہی ہو اقامت بھی وہی کہے۔ اگر اذان کہنے والا موجود نہ ہو یا موجود تو ہو مگر دوسرے شخص کے اقامت کہنے سے ناراض نہ ہو تو جائز ہے۔ دوسرے شخص کو بغیر مرضی اس کے اقامت نہیں کہنی چاہیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اقامت میں **حی علی الفلاح** کہتے وقت منہ پھیرنا ضروری ہے اور اقامت کی اہمیت بہ نسبت اذان کے ضروری ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مسافر سفر میں اذان نہ کہے تو کچھ حرج نہیں اقامت کہہ لینی چاہیے۔ اگر اذان اور اقامت دونوں ترک کر دے تو مکروہ ہے اور جس وقت اذان کے بعد اقامت کہی جائے سب حاضرین کو ادب کے ساتھ صف بصف بیٹھ جانا چاہیے اور اقامت کے وقت اگر کوئی شخص باہر سے بھی آئے تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اس کو بھی بیٹھ جانا چاہیے اور اقامت کے کلمات بیٹھ کر سننے چاہیے اور جب **حی علی الفلاح** کہے تب کھڑے ہو کر صفیں درست کرنی چاہیے۔ امام کے لئے بھی یہی حکم فقہ کی تمام معتبر کتابوں سے مثلاً فتح القدیر، شرح وقایہ، وغیرہ میں درج ہے اس قسم کے مسائل کی اشاعت میں عاقبت اندیشی اور ترقی سے کام لیا جائے۔ بے سمجھاؤ صاف کہہ دو کہ صحیح مسئلہ تو یہ ہے اور عام رواج یہ ہے۔ اذان کے بعد مغرب کے وقت کے سوا اور سب وقتوں میں اتنی دیر ٹھہر کر

اقامت کہنی چاہیے کہ جو لوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں، پیشاب، پاخانہ کر رہے ہوں تو وہ نماز میں آسانی سے شریک ہو سکیں اور اذان میں مؤذن کو کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہیں اور نہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

مسئلہ

اذان اور اقامت کی اجابت مستحب ہے یعنی سننے والے کو بھی وہی کلمات کہنے چاہیے جو مؤذن یا مکبر کہتا ہے۔ مگر **حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح** سن کر **"لا حول ولا قوۃ الا باللہ"** کہنا چاہیے اور فجر میں اذان میں **"الصلوٰۃ خیر من النوم"** سن کر **"صدقہ و برکت و بالحق نطقہ"** کہنا چاہیے اور جس شخص کو حاجت ہو وہ بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے لیکن حیض و نفاس والی عورت کو خاموش رہنا چاہیے۔

اسی طرح جو اشخاص نماز جنازہ میں مشغول ہوں یا قضائے حاجت میں مشغول ہوں ان کو جواب نہیں دینا چاہیے اور جب اذان ہو رہی ہو تو اذان کے ختم ہونے تک سلام، کلام اور جواب سلام غرضیکہ ہر طرح کی بات چیت اور تمام اشغال موقوف کر دے اور اثنائے تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو فور سے سننے اور جواب دے۔

اور بعض اہل معرفت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے معاذ اللہ اس کا خاتمہ نہ ہونے کا اندیشہ ہے اور جو شخص راستہ پر چل رہا ہو اور جب اذان سنے تو اس کو چاہیے کہ جب تک اذان ختم نہ ہو سکون کے ساتھ اذان سنے اور اذان کے ختم ہونے پر چلنا شروع کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اذان کی آواز سنتے ہی کھڑا ہو جائے اور جواب دے اور اگر اذان کے وقت کوئی شخص مسجد میں جا رہا ہو اور راستہ میں اذان سنے اور اس کو مسجد میں پہنچ کر وضو وغیرہ کرنا ہے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ جلد مسجد میں پہنچ کر وضو وغیرہ سے فارغ ہو اور جماعت میں شامل ہو۔ (کنز)

اذان درحقیقت دعوت الی الحق ہے۔ اذان سن کر نماز کے لئے نہ جانا سخت گناہ ہے۔ آج کل اذان کو ایک معمولی بات سمجھ لیا ہے۔ یہ دین و دنیا کی بھلائی کی دعوت ہے اذان کا احترام کریں اور نماز میں شریک ہوں۔ احادیث میں مؤذن اور امام کے لئے جو ثواب ارشاد ہوا ہے۔ اس ثواب کے مستحق وہی امام اور مؤذن ہو سکتے ہیں جو خالصتاً لوجہ اللہ بغیر کسی دنیاوی معاوضہ کے اس خدمت کو انجام دیتے ہیں اور جو اشخاص تنخواہ لے کر اس خدمت کو انجام دیتے ہیں وہ اس ثواب کے مستحق نہیں۔ علمائے حقہ میں نے مؤذن اور امام پر تنخواہ لینے کو حرام کیا ہے تاکہ لوگ ان کو حقیر نظروں سے نہ

دیکھیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

ہے تو بات یہی حق کہ امام مسجد مؤذن کا وقار اکثر مساجد میں آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ امام مسجد و مؤذن اگر اپنا وقار بڑھائیں تو یہ دونوں کام فی سبیل اللہ کریں لیکن روزی کہاں سے کہائیں یہ ایک وہم ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرام نے زمانہ کی تبدیلی سے حکم فرمایا ہے کہ ان حضرات کا تنخواہ لینا جائز ہے **والتفصيل فی المطولات۔**

مسائل عجیبہ

دور حاضرہ میں ہر مسئلہ میں جدت پر زور دیا جاتا ہے اذان و اقامت و اجابت غیر ہو۔ فقہاء کرام کا دورس ابقی میں اس بارے میں اختلاف رہا چنانچہ مولانا عبدالحی ککھڑی مرحوم (اکابر الفاس ص ۳۹) میں لکھتے ہیں

اختلفوا فی جوار الاذان والاقامۃ فی الفارسیۃ فمہم من حورو مہم من اعتبر التعارف ومہم من انکرہ۔ گویا اس مسئلہ میں تین گروہ تھے (۱) مجوزین (۲) عرف پر دار و مدار (۳) منکرین۔

عرف پر دار و مدار کے حوالہ جات

(۱) **جامع المصنعات** میں ہے **فی الاذان يعتبر التعارف (۲) بین یہ شرح کنز میں ہے** **لو اذن وانقام بالفارسیۃ قبل ہو علی الخلاف وقیل لا یحور الا ان یکونوا قد اعتادوا (۳) الفارسیۃ** میں ہے **عن ابی حبیۃ ان من اذن بالفارسیۃ فمہم من علم انہ اذن جارا والا (۴) فلو انہ فسیح فمہم من لا یؤذن بالفارسیۃ ولا بدسان آخر غیر العربیۃ فان علم الناس انہ اذن قبل بانہ یحور (۵) الحیظ ارضوی میں ہے** **اما الاذان بالفارسیۃ فمدی الحسن عن ابی حبیۃ انہ اذا اذن بالفارسیۃ وعلم الناس انہ اذن جارا وان لم یعمروا ذلك لا یحور لان المقصود منہ الا اعلام وذلك لا یحصل الا بالمعہود۔ وغیرہ وغیرہ**

منکرین کے حوالہ جات

(۱) **موسب الرحمن** میں ہے **الا صح انہ لا یحوری الا اذن بالفارسیۃ وان علم انہ اذن (۲) مراۃ القاض** میں ہے **ولا یحوری الا اذن بالفارسیۃ المرأ و غیر العربی وان علم انہ اذن فی الاظهر تو رواہ بدسان عربی فی اذان المملک (۳) ان غفار میں ہے** **لا یصح ان اذن بالفارسیۃ وان علم علی الا صح (۴) الجورہ میں ہے** **یصح الاذان فی الفارسیۃ ان علم انہ اذن و اشار فی شرح الکرخی ای انہ**

لا يجوز وهو الا ظهر الاصح۔

مجوزین کے لئے کوئی حوالہ نہیں لکھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ میں اس کے مطلقاً جواز کے کوئی قائل نہ تھے۔ صرف عرف کی قید پر جواز کے قائل چند فقہاء تھے۔

فیصلہ

عرف تا حال کہیں قائم نہیں ہوسکا اگر قائم کیا جائیگا تو شورائے کمال سے بہتر یہی ہے کہ مسائل شرعیہ میں توڑ پھوڑ کے بجائے انہیں جوں کا توں رکھا جائے تاکہ عوام میں انتشار نہ پھیلے۔ اگر کسی نے غلطی سے اذان غیر عربی میں کہہ دی تو مکروہ ہوگا اور اس سے سنت کی ادائیگی بھی نہ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ جیسے جب کی اذان کا اعادہ ہے اس کا بھی اعادہ ہو۔ مولانا لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس کے اعادہ کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی صرف یہ کہنا کہ یہ فرشتے کے لائے کلمات ہیں فلہذا اس کی اس طرح ادائیگی ضروری ہے یہ قیاس ضروری نہیں اس لئے کہ دوسرے اذکار بھی تو ایسے ہی فرشتے لائے ہیں تو وہ دوسری زبان میں پڑھے جائیں تو ان کا اعادہ نہیں تو اذان کا بھی اعادہ نہیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

یہ قیاس فاسد ہے اس لئے کہ اذکار سے تو صرف ذکر مراد ہے وہ ہو گیا لیکن یہاں اعلام بھی مقصود ہے۔ دوسرا سنت متواترہ ہے کہ حضور ﷺ سے لے کر صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین عربی میں اذان کہتے چلے آئے اگر غیر عربی میں جواز کی صورت ہوتی تو صحابہ کرام وغیرہم نے کبھی جواز کے لئے ایسا کیا حالانکہ صحابہ کرام عجم کے تقریباً ہر ملک میں تشریف لائے پھر عجم میں اسلام کے پھیلانے والوں کی کمی نہیں اسے بھی ایسا منقول نہیں۔ فلہذا جدت پسندوں کے لئے راہ گھڑ دینے کے بجائے راہ بند کرنی چاہیے تاکہ وہ دوسرے مسائل کی طرح اس میں کوئی رخسہ اندازی نہ کر سکیں۔

مؤذن کا احترام

معاشرہ میں مؤذن ایک معمولی امر سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ رسول (ﷺ) کے ہاں بہت بڑا عہدہ اور بہترین اجر و ثواب کا مالک ہے۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے اس کے ادب و احترام کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔

(۱) اس کی اجازت کے بغیر اذان و اقامت مکروہ ہے جبکہ اس کا دل دکھتا ہو یا کسی کو اس پر اعتماد ہو تو جائز ہے۔

(۲) مؤذن کی موجودگی اور اس کی ناراضگی کی صورت میں اقامت کہنا مکروہ ہے ہاں کسی کو اس پر اعتماد ہو تو جائز ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں مؤذن کو ایک وقیع حیثیت تھی۔ تمام حاضرین امام کو اپنا نذہبی پیشوا اور مؤذن کو اپنی جماعت

کا مستند سمجھتے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا اب امام کو حقیر خیال کیا جاتا ہے۔ اس پر ہم مل کر غور فرمائیں کہ موجود زمانہ میں امام و مؤذن کو حقیر کو کیسے سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل صورتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اگر ہر شہر اور ہر محلے ہر سریر آور وہ مسلمان مساجد کا اہتمام و انتظام اپنی نگرانی میں رکھتے اور نماز پڑھانے کے لئے ذی علم استعداد اور قابل آدمیوں کا تقرر کرتے تو آج رسوائی اور ذلت نہ ہوتی۔ مشکل یہ ہے کہ سریر آور وہ اشخاص تو مساجد کے اہتمام و انتظام سے قطعاً دلچسپی نہیں رکھتے۔ اس صورت میں شہر یا محلے کے عوام اپنی بساط کے مطابق غریب جاہل اور مفلوک الحال اشخاص کو نماز پڑھانے اور اذان دینے کے لئے مقرر کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں امام یا مؤذن کی کیا حیثیت قرار دی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہم اس موقع پر اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ اذان کہنے کا اہل کون ہے۔

قرآنی مسئلے کی میں لکھا ہے کہ اذان دینے کا اہل وہ شخص ہے جو اوقات نماز پہنچتا ہو اور عالم ہو اور صالح ہو اور ذی وجاہت یا اثر اور خوش الحان ہوتا کہ محض والوں کو اخلاقاً نماز پڑھنے پر آمادہ کرے۔

طریقہ اصلاح

اہل دور کے مسلمان مساجد کا اہتمام انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر موجود خرابیوں کا انسداد کریں۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مساجد سے منسلک اہل ثروت نیک لوگ خود اذان دیں۔ اگر باتنخواہ مؤذن ہو تو اسے مساجد سے منسلک لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور حسن اخلاق سے اوقات بسر کرنی چاہیے کہ خاص پارٹی کا بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اہل مسجد کو بھی مؤذن کو اپنا تنخواہ خوار نہیں بلکہ ایک مقتدر شخصیت کی حیثیت دینی چاہیے۔ مؤذن اور اہل مسجد گاہے گاہے اذان کے فضائل پڑھ کر لیا کریں۔

اذان کب سے شروع ہونی

حضور سرور عالم ﷺ کو جب مکہ سے مدینے میں تشریف لائے تو کوئی مسجد نہ تھی۔ ویسے ہی جہاں موقع ملتا اور وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے تھے۔ چند روز بعد آپ کو خدا تعالیٰ نے مسجد بنانے کا حکم فرمایا قبیلہ بنجار کے لوگوں کی زمین پڑی تھی جو مسجد کے لئے مناسب تھی۔ اس میں کچھ مدت کے مشرکین کی قبریں تھیں اور کھنڈر پڑے ہوئے تھے اور کھجور کے درخت کھڑے تھے۔ آپ نے بنی بنجار کو بلا یا وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ان کو اپنی طرف اشارہ کیا اور حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔ وہ لوگ آکر آپ کو چار طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے عرض کی یا حضرت کیا ارشاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسجد کے لئے یہ جگہ ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ وہ سب چونکہ مسلمان تھے سب نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔ انہوں نے ہر چند اصرار کیا چونکہ وہ لوگ غریب تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں یہ نعمت لکھی تھی کہ مسجد کے لئے ان کے مال سے زمین خریدی جائے اس لئے آپ نے مفت لینا پسند نہ کیا اور دس دینار پر معاہدہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت خوشی سے زمین کی قیمت دس دینار اپنے پاس سے ادا کئے (سورہ بقرہ ۲۱۷) اور خوش قسمتی (آپ نے کھنڈر کی دیواروں اور قبروں کو کھڑا کر برابر کرادیا اور درخت کاٹ دیئے۔ پھر مسجد بنی شروع ہوئی صحابہ پھر اٹھا اٹھا کر خود ہی مسجد بناتے اور دین و دنیا کے سردار رسول اکرم ﷺ بھی ان کے شریک حال تھے اور جوش میں رہ جڑ پڑھتے تھے۔ (آدی کام کرتے وقت دل بہانے کو نہ دیتے اور فقر و غریب سے بڑے بڑے گناہ سے سزا دینے کے لئے تھے) حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ دعا کے کلمات بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے۔ اسی طرح مسجد بن گئی اور ستون کی جگہ کھجور کے سونکھے درخت کھڑے کر کے ان پر کھجور کے پتے اور شاخیں ڈال دیں۔ (اللہ ان پر سیدھی سی مسجد تھی جس میں ہزار کائنات یہ صلوٰۃ تسلیم و شکر تھی)

مسجد کی تعمیر کے بعد کوئی ایسی علامت ضروری تھی جس سے وقت پر سب جمع ہو جائیں ویسے ہی انکل سے اکٹھا ہو جاتے جس سے تکلیف و وقت اور کام میں حرج ہوتا تھا۔ جو کوئی جماعت سے رہ جاتا اس کو سخت صدمہ ہوتا تھا کیونکہ وہاں ایک ہی جماعت ہوتی تھی ایسا نہیں کہ دو چار آئے اور جماعت کر لی۔ آج کل لوگوں نے آرام طلبی کی تدبیر نکالی ہے اذان دے کر گھنٹے گزر جاتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ نہ تھا کہ جب جی چاہا اٹھے اور مسجد میں جا کر ایک کو آگے کر کے دوسری تیسری چوتھی جماعت کر لی اور جماعت کا غم ان کے دشمنوں کو ہوانہ کو کیا پر وا ہے۔

یوں نہیں جانتے کہ جماعت جو کچھ ہے وہ اول ہی ہے۔ ستائیس درجہ کا ثواب اول ہی جماعت کے چھوڑنے پر اس سرپا رحمت شفیق امت کو اس قدر جلال آیا کہ جی چاہتا ہے کہ جا کر ان کے گھر کو آگ لگا دوں جو مسجد میں جماعت کے وقت نہیں آتے۔

مشورہ یہ ہوا کہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے کہ جس سے وقت معلوم ہو جایا کرے۔ کسی نے کہا کہ بجوس کی طرح آگ جلا دیا کرو۔ اسے دیکھ کر لوگ آجایا کریں۔ کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا کرو اسے دیکھ کر لوگ آجایا کریں، کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح قرن (سنگ یا سنگ) بٹا لو مگر حضور ﷺ نے ان کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے وقت ایک آدمی کھڑا ہو کر **الصلوة الصلوة** پکار دیا کرے۔ اس پر عمل ہوا مگر کسی عمدہ تدبیر کی فکر میں سب تھے کہ عبداللہ بن زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش آدمی (جو حقیقت میں فرشتہ تھا) ناقوس لے رہا ہے (ایک گھڑی کو دوسری گھڑی پر مارتے ہیں ای کو ناقوس کہتے ہیں) انہوں نے پوچھا کہ فروخت کرتے ہو۔ اس فرشتہ بصورت آدمی نے کہا کہ تم کیا کرو گے۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نماز کے وقت بجا کر لوگوں کو بلایا کریں گے۔ اس نے کہا لو سنو تم کو اس سے عمدہ ترکیب بتاتے ہیں۔ صحابی نے کہا کہ بتاؤ فرشتہ نے یہی اذان کہہ کر سنائی جو آج کل پانچ وقت دی جاتی ہے اور کہا کہ نماز کے وقت ہمیشہ اسی طرح پکار دیا کرو۔ صحابی جاگ پڑے اور رات کو اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دروازے پر دستک دی آپ ﷺ نے اندر بلال لیا اور انہوں نے قصہ بیان کیا چونکہ بذریعہ وحی اس خواب کی تائید ہو گئی تھی۔ آپ نے کہا تمہارا خواب نہایت مبارک ہے جاؤ تم اور بلال مسجد میں جاؤ تم بتلاتے جاؤ اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اذان پکارتے جائیں ان کی آواز بلند ہے۔ اذان پکاری گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسی جلدی دوڑتے ہوئے آئے کہ چادر زمین پر گھسٹی جاتی تھی اور عرض کیا کہ یا حضرت میں نے اسی طرح خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا **الحمد لله** مگر عبداللہ تم سے آگے ہو گئے (یعنی پہلے آخر فری) جب عبداللہ بن زید کے خواب کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی کے فرمائی اور ہمیشہ کے لئے یہ عمل درآمد ہو گیا اور ان کو بہت خوشی ہوئی اور اس خوشی میں یہ اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کی بجا آوری میں پڑھے۔

فائدہ

جب اذان جاری ہوئی تو پانچ وقت ایک طرح پر تھی۔ صبح میں جو **الصلوة خیر من النوم** کہتے تھے یہ نہ تھا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ **الصلوة خیر من النوم** کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ ایک روز صبح کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لئے بلانے آئے تو آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ اور کہنا تو گستاخی سمجھا بلند آواز سے **الصلوة خیر من النوم** یعنی (نیمہ نماز ہے) کہے حضور ﷺ فوراً بیدار ہو گئے اور فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ تو بہت اچھا کلمہ ہے اس کو صبح کی اذان میں کہا کرو آپ کے حکم سے (جو فی الحقیقت خدا کا حکم تھا) یہ زیادتی صبح کی اذان میں ہو گئی اور ہمیشہ جاری رہی (یہ روایت بھی ترمذی میں ہے) پھر حضور ﷺ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد مؤذنون کی غفلت سے یہ کلمہ صبح کی اذان میں چھوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ سنت نبوی کے جاری رہنے

کا بہت خیال اور اہتمام تھا لہذا سردار مؤذن نان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول ﷺ کو تاکید کردی کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو کہا کریں تاکہ ان کی پیروی سے دوسرے مؤذن بھی کہنے لگیں اور سب کو تاکید ہو جائے۔

اذان کی حقیقت

اذان ایک نہایت جامع اور مختصر کلام ہے۔ جس میں اعتقاد اور عمل دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اول کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے کوئی اس کا ہمسرا اور برابر نہیں اس کے بعد توحید کو ثابت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کی ذات و صفات میں شریک نہیں۔ اُس کے بعد مسلمان کی زبان سے ظاہر کرایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں شہادت دے کہ بیشک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے سچے رسول اور نبی ہیں۔ جب نبی ﷺ کی رسالت کا اقرار کر چکا تو **حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح** کہہ کر اعمال صالح کی طرف بلایا جاتا ہے کیونکہ اس عبادت کی فرضیت اور ترکیب ادا سب نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے کوئی عقلی بات نہیں جب تک خدا کی توحید نبی کی رسالت کا اقرار نہ ہو اعمال کی پرستش اور قد نہیں۔ اس کے بعد خدا کی بڑائی (**اللہ اکبر**) سے جتلا کر **لا الہ الا اللہ** کہہ دیا جس سے یہ مطلب ہے کہ تمام دنیا فانی ہے خدا کے سوا کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں تاکہ بندہ اپنی چند روزہ زندگی میں اور دل لگائے اور دنیا سے یکسو ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ اذان اگرچہ پکارنے اور بلانے کے لئے ہے لیکن اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ انسان اذان کو سن کر اپنے ایمان کو تازہ اور کامل کر لے۔ پھر نماز کا قصد کرے کیونکہ ایمان شرط ہے اعمال کی مقبولیت کے واسطے۔ اس واسطے مننون ہے کہ جب مؤذن **اشہد ان لا الہ الا اللہ** کہے اور سننے والا یہ دعا پڑھے **اشہد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له واشہد ان محمدا عبده ورسوله رضیت باللہ رباً ومحمد رسولاً وبالا سلام دیناً۔**

اذان کا جواب

جب مؤذن اذان دے تو تم اسی طرح آہستہ آہستہ کہتے جاؤ۔ البتہ جب وہ **حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح** کہتا ہے تو تم یہ کلمے نہ کہو بلکہ ان کے جواب میں ہر دفعہ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کہو اور جب صبح کی اذان میں **الصلوٰۃ خیر النوم** کہتا ہے تو اس کے جواب میں **صدقہ و ہررت** کہو اور جب اذان ختم ہو جائے تو پانچوں وقت یہ دعا پڑھا کرو **اللھم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً ان الذی وعدکم۔**

اسی قدر الفاظ کا پڑھنا بہتر ہے جو حدیث میں وارد ہیں اور دو چار فقرے ہیں جو اس سے زیادہ ہیں ان کا پڑھنا جائز ہے۔ اس دعا کے پڑھنے پر بہشت کے داخلے کی خوشخبری وارد ہے علاوہ **اشھدان لا الہ الا اللہ** کو سن کر وہ دعا پڑھنی چاہیے جو پہلے گزر چکی ہے اس کو خالص دل سے پڑھنے والوں کے لئے گناہوں کی معافی کا مژدہ دیا جاتا ہے۔ اگر بے وضو ہو یا غسل کی ضرورت ہو تب بھی اذان کا جواب دینا چاہیے اگر قرآن مجید پڑھتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ٹھہر جائے اور اذان کا جواب دے۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے اذان سنے تو جواب نہ دینا چاہیے اگر کئی طرف سے اذان کی آواز آرہی ہے تو جو مسجد اپنے محلہ کی ہو یا سب سے قریب ہو اس کا جواب دے۔ ایک دفعہ اذان سنی اور جواب دے چکا اب دوسری مسجدوں میں سے آواز آئے تو ان کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں۔ جو شخص مسجد میں موجود ہے اس کو اذان کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں لیکن اگر جواب دے تو بہت ثواب ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ قضاے حاجت اور پیشاب وغیرہ کے وقت اور برہنہ ہونے کی حالت میں جواب دینا جائز نہیں صرف زبان سے جواب دے کر نہ بیٹھا رہے اگر کوئی عذر نہ ہو تو مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز پڑھے اور ستائیس درجہ کا ثواب حاصل کرے۔

اذان کی فضیلت

(۱) یہ بڑا متبرک کلام ہے جس میں عقیدہ کی درستی اور اعمال کی ترغیب کو جمع کر دیا ہے کیونکہ نہ ہو جب بطور وحی الہام کے خدائے پاک نے تعلیم کرایا شیطان اس کو سن کر کوسول دور بھاگتا ہوا بے حواس ہو کر چلا جاتا ہے۔ جہاں تک اذان کہنے والے کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن وہاں تک کی سب چیزیں اس کے ایمان کی گواہی دیں گی۔

سات برس خالص نیت سے اللہ کے واسطے اذان کہے تو اس کے لئے دوزخ سے نجات اور جنت کی خوشخبری ہے۔

ایک مثال

اذان کے بیشمار فضائل اور بے انداز اجر و ثواب ہیں لیکن افسوس کہ اکثر مسلمان اذان پڑھنے سے گھبراتے ہیں اور بعض تو اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں حالانکہ یہ اذان اپنے مالک کے دروازہ کو دستک دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو آقا کے دروازہ کو دستک دے تو آقا ضرور متوجہ ہوتا ہے بالخصوص جب آقا کریم بھی ہو اور رحیم بھی۔

بلا تھیل مؤذن خوش قسمت ہے کہ وہ اپنے آقا کریم کے گھر (مسجد) کے باہر روزانہ پانچ وقت دروازہ کو دستک دیتا ہے اس میں خلوص ہے تو کبھی ایسا نوازاجایگا کہ لوگ رشک کریں گے۔ آج نہ سہی انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں ضروری

نوازا جائیگا۔ اسی کے مطابق حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی کاروانی

حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک مصر میں قحط کے دوران غلہ کا نہایت عمدہ انتظام فرمایا ذخیرہ جمع کر کے عوام کو کم قیمت پر اور محتاجوں کو مفت (غلہ) عطا فرماتے۔ ایک دن ایک شخص نے آکر سوال کیا آپ نے معمولی طور سے غلہ دلوادیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا خیال تو کر غلہ کی کس قدر گرانی اور لوگوں کو کس درجہ پریشانی ہے دو دفعہ لے چکا اب پھر آگیا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر میرا حال آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ میرا سوال روت کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حال پوچھا اس نے کہا کہ میں وہی لڑکا ہوں جس نے شیر خواری کی حالت میں آپ کی پاک دامنی کی گواہی دی تھی اب جوان ہو گیا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کو کافی من غلہ اور بہت سا مال نقد دیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے یوسف (علیہ السلام) جس نے ایک دفعہ تمہاری پاکی کی شہادت دی تم نے اُس کو اس قدر نوازا بھلا جو شخص ہر روز ہماری توحید کی شہادت اور گواہی دے اس کو ہم کس قدر نوازیں گے کیونکہ ہم سب سے زیادہ سچی اور مہربان ہیں۔ پس اے مسلمانوں جو مؤذن پانچ وقت خدائے تعالیٰ کی توحید اور بڑائی کی گواہی با آواز بلند پکارے اس پر خدائے تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوگی۔

هذا آخر مار قمہ الواقم

دینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

☆.....☆.....☆

☆.....☆

☆